www.KitaboSunnat.com

صفاتِ باری تعالیٰ میں سلف و خلف کا منہج

سلف کون تھے؟

سلف، اصطلاح میں صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کو کہا جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللهِ..... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ ..... (الحشر: ۸ تا ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے پہلے انصار و مہاجرین کا ذکر کیا جو کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ہیں بعد میں ﴿ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ سے تابعین وغیرھم کا ذکر فرمایا ہے۔ نیز فرمایا ﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴾ ..... (الجمعہ ۲، ۳) چنانچہ پہلے (اُمّیین) کا ذکر فرمایا اور پھر ﴿ و آخرین ﴾ فرما کر تابعین کی طرف اشارہ فرمایا۔

اور حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کے تہتر فرقے ہوں گے "کلھم فی النار الا واحدۃ" سب آگ میں ہیں، سوائے ایک کے۔ سوال کیا گیا کہ وہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ما انا علیہ واصحابی" یعنی وہ ناری نہیں، جو اس طریقہ پر ہوں گے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

امام غزالی نے اپنی کتاب "الجامع العوام عن علم الکلام" میں سلف کی تعریف میں لکھا ہے "اعنی مذھب الصحابہ والتابعین" ..... (ص: ۶۲)

جن علماء نے سلف کی تعریف میں تبع تابعین کو بھی داخل کیا ہے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے حجت لی ہے: "خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم" یعنی بہترین وہ لوگ ہیں جن میں، مَیں ہوں پھر وہ لوگ ہیں جو اُن سے ملیں گے پھر وہ، جو اُن سے ملیں گے (بخاری و مسلم)

نیز سلف کا طریقہ اختیار کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّشَاقِقِ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ .... (سورۂ نساء)

نزولِ آیت کے وقت (المؤمنین) سے مراد مومن صحابہ ہی تھے، اور جن کا عقیدہ ان صحابہ والا نہ تھا، سلف میں داخل نہیں ہیں، چاہے ان کا زمانہ قدیم ہی ہو۔ کیونکہ ایک دینی اصطلاح کے حوالے سے، اس کے حامل صرف اہل ایمان ہی ہو سکتے ہیں۔

سلف کا منہج کیا ہے؟

سلف کا منہج اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے تین اصول سمجھ لینے ضروری ہیں۔

۱۔ تقدیم النقل الصحیح علی العقل

۲۔ رفض التاویل

۳۔ عدم التفریق بین الکتاب والسنہ

پہلے قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ کتاب و سنت کو اپنی عقل سے مقدم جانتے تھے۔ اور یؤمنون بالغیب پر پورے قائم تھے۔ فلاسفہ یونان کی طرح نہ تھے کہ اپنی عقل کو مقدم سمجھتے ہوئے نبوت و آخرت اور احوالِ قبر کا بھی انکار کر دیں اور نہ ہی معتلہ کی طرح تھے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کر دیں بلکہ وہ اپنی عقل کا قصور نکالتے تھے اور کتاب و سنت کو دل و جان سے قبول کر لیتے تھے اور نہ ہی مشبہہ کی طرح تھے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کو صفاتِ مخلوق کی طرح خیال کریں اور نہ ہی معتزلہ وغیرہ کی طرح تھے جو اپنی عقل کو مقدم جان کر اپنے طریقے کو أحکم (مضبوط تر) کہتے تھے بلکہ سلف تو یقین رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم نے ہر چیز سے غنی کر دیا ہے۔ عقیدہ اور عمل وہی ہونا لازمی ہے جو رسول لے کر آئے اور سلف کا طریقہ ہی أحکم (مضبوط تر) اور أسلم (سلامتی والا) ہے، چنانچہ صاحبِ جوہرۃ التوحید کہتے ہیں۔

وکل خیر فی اتباع من سلف

وکل شر فی ابتداع من خلف

سلف کی دلیل ہی احکم و اسلم تھی اور وہی قاطع تھی اس لئے حافظ ابن رجب نے "فضل علم السلف علی علم الخلف" نامی رسالہ بھی تحریر کیا ہے۔ سلف نے قرآن و حدیثِ رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے۔ حدیثِ متواتر ہو یا خبرِ واحد، ہر ایک کو انہوں نے یقین کے ساتھ ہم تک پہنچایا ہے۔ وہ عقیدہ و عمل کے باب میں کچھ فرق نہ کرتے تھے چاہے خبرِ واحد ہی ہو، اسے عقیدہ میں بھی قبول کر لیتے تھے۔ چنانچہ عبدالعزیز مکی نے مامونُ الرشید کی سرپرستی میں بشر مریسی معتزلی کے ساتھ جب مناظرہ کیا تھا تو اس نے مناظرہ شروع ہونے سے قبل یہ شرط لگائی تھی کہ ہم نقل کو عقل پر مقدم رکھیں گے۔ مامون نے اس کی دلیل دریافت کی، تو عبدالعزیز نے یہ آیت پڑھی: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلاً ﴾ ..... (سورۂ نساء : ۵۹) تو مامون نے یہ بات اور منہج قبول کر لیا۔

اور امام محمد بن حسن، امام ابوحنیفہ کے شاگرد، فرماتے ہیں: "اتفق الفقهاء كلهم من المشرق الى المغرب على الايمان با لقرآن والاحاديث التى جاء بها الثقات عن رسول الله ﷺ فى صفة الرب عز وجل" (الفتوى الحمو يه الكبرى لابن تيمية: ص ۲۹) یعنی قرآن اور صحیح حدیث کے صفاتِ باری تعالیٰ میں حجت ہونے میں علماء مشرق و مغرب متفق ہیں۔ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں: "وجملة قولنا انا نقرّ بالله وملائكته وكتبه ورسله وبما جآء وابه من عند الله وما رواه الثقات عن رسول الله ﷺ لا نرد من ذالك شيئا۔" (الابانة فى اصول الديانة : ص ۲۱)

ان نصوص سے معلوم ہوا کہ نقل یعنی کتاب و سنت کی دلیل مقدم ہوگی، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوكان الدين بالرأى لكان أسفل الخف اولى بالمسح من اعلاه (سنن ابو داؤد) نیز یاد رہے کہ شریعتِ اسلامیہ حقیقت و حکمت پر مبنی ہے، فطرتِ سلیمہ کے عین مطابق ہے، عقل سلیم کے خلاف نہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ بات ثابت کرنے کے لئے بعض کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام "موافقہ صحیح المنقول لصریح المعقول" ہے، جو محی الدین عبدالحمید کی تحقیق کے ساتھ دو جلدوں میں مطبوع ہے۔ دوسری کتاب "درء تعارض العقل والنقل" جو ڈاکٹر محمد رشاد سالم کی تحقیق سے نو جلدوں میں مطبوع ہے اور شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

بعض فقہاء نے بعض احادیث کا اس بنا پر رد کیا تھا کہ یہ قیاس کے خلاف ہیں تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ نے ان پر کافی رد لکھا، اس سلسلے میں ان سے ان کے تلمیذ شہیر حافظ ابن قیمؒ نے جو کچھ تحریر کیا وہ ایک رسالے میں مطبوع ہے جس کا نام "القياس فى الشريع الاسلامى" ہے۔

۲۔ دوسرے قاعدے یعنی عدم التاویل کے سلسلے میں یہ بات یاد رہے کہ "تاویل" تین معانی میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔ کسی لفظ کو دلیل کے ساتھ راجح احتمال سے مرجوح احتمال کی طرف پھیرنا، یہ متکلمین کے نزدیک ہے۔

۲۔ بمعنی تفسیر و بیان: یہ مفسرین استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ ابنِ جریر طبری اور محدثین میں سے امام نسائی وغیرہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تاویل بمعنی حقیقتِ امر: قال تعالیٰ ﴿ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ ﴾ ..... (الاعراف: ۵۳) شاہ رفیع الدین نے یہاں تاویل کا معنی حقیقت ہی کیا ہے۔

زیر نظر مضمون میں تاویل کا مطلب تاویل کے پہلے معنی کے مطابق ہے۔

حاملینِ منہجِ سلف نے متکلمین کی تاویلات کا انکار کیا ہے کیونکہ سلف نقل کو مقدم کرتے تھے، عقل کو مرجوح قرار دیتے تھے، جبکہ متکلمین اپنی عقل کو تاویل کی دلیل بنا کر تاویل کرتے ہیں حالانکہ اگر صحیح دلیل موجود ہو تو اس کی وجہ سے راجح معنی سے مرجوح معنی کی طرف التفات ہو سکتا ہے اور اس کو قبول کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث (الجار أحق بعقبه) میں الجار سے مراد جار شریکِ مقاسم ہے، کیونکہ حدیث (فاذا صرفت الطرق ووقعت الحدود فلاشفعة) یہ دلیل صحیح ہے جو جار کی تعیین کرتی ہیں۔ لیکن اگر لفظ کو ظاہری معنی سے مرجوح معنی کی طرف صرف اس بنیاد پر پھیرا جائے کہ وہ فلاں مجتہد کا مذہب ہے اور وہ مذہب ہی دلیلِ صارف بتائی جائے، تو یہ صحیح نہ ہو گا جس طرح کہ بعض نے "ايما امرأة نكحت بغير اذن وليها فنكاحها باطل" میں امرأۃ سے مکاتبہ مراد لی ہے یہ صرف اس لئے کہ یہ ان کے امام کا مذہب ہے حالانکہ کلمہ "أيُّ" عموم کا صیغہ ہے اور مَا کے ساتھ موکّد ہے۔

لہٰذا بغیر کسی دلیل کے راجح معنی سے مرجوح معنی کی طرف پھیرنا تو اللہ کی کتاب کے ساتھ مذاق ہے۔ اور متکلمین مؤولین نے نصوصِ صفات کی جو تاویل کی ہے وہ بھی بلا دلیل ہے جیسا کہ استواء علی العرش کی استیلاء علی العرش وغیرہ سے تاویل

جب بھی خلف کے نزدیک ان کی عقل، نقل کے متعارض ہوئی تو انہوں نے اپنی عقل کو نقل پر مقدم کر کے نقل کا معنی مرجوح کر لیا اور راجح معنی چھوڑ دیا، چنانچہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں:

> "ولم يعلموا أوهم يتجاهلون ان الحجة العقلية الصريحة لا تعارض الحجة الشرعية الصحيحة بل يمتنع تعارضهما الا اذا كان هناك فساد في احدهما او فيهما جميعا" (مجموع الفتاویٰ: جلد ۹، ص ۲۷۹)
>
> "یعنی متکلمین کو اس بات کا علم ہی نہیں یا وہ جان بوجھ کر جاہل بن بیٹھے کہ صحیح عقلی دلیل، صحیح شرعی دلیل کے معارض نہیں ہو سکتی بلکہ ان دونوں کا متعارض ہونا ناممکن ہے، ہاں اگر ان دونوں دلیلوں میں سے کسی ایک میں کوئی خرابی یا کمزوری ہو یا دونوں میں کوئی نقص پایا جائے تو تعارض ممکن ہے"

تو اس سے معلوم ہوا کہ سلف تاویل نہیں کرتے تھے اور کتاب و سنت کی نصوص کو ان کے معانی سے بلا دلیل مرجوح معانی کی طرف نہیں پھیرتے تھے۔

تاویل کب شروع ہوئی؟

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری صدی ہجری میں چار شخص پیدا ہوئے۔

۱۔ واصل بن عطاء (مولود: ۱۳۱ھ) یہ فرقہ معتزلہ کا رئیس تھا۔ ان کے مذہب کی بنیاد، پانچ اصولوں پر ہے۔ (دیکھئے شرح عقیدۃ طحاویہ، ص: ۳۳۴)

۲۔ جعد بن درھم (۱۲۴م) یہ معطلہ کا رئیس تھا۔

۳۔ جھم بن صفوان (مولود: ۱۲۸) یہ جھمیہ معطلہ کا رئیس تھا اور جعد کا شاگرد تھا۔

۴۔ مقاتل بن سلیمان۔ (مولود ۱۵۰ھ) یہ مشبہہ فرقہ کا رئیس تھا۔

جعد نے اللہ کی صفات کا انکار کیا۔ اس کا استاد وھب بن منبہ اس کو منع بھی کرتا تھا لیکن یہ باز نہ آیا، وھب نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ ہے، اللہ کلام کرتا ہے اور اللہ کا علم بھی ہے لیکن وہ نہ مانا، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جعد نے کہا تھا "ان اللہ سبحانہ لیس علی العرش حقیقۃ وان معنی استویٰ، استولی" ——— پھر یہی بات جھم نے اخذ کی اور لوگوں میں پھیلا دی۔ اسی وجہ سے اس فرقہ کا نام جھمیہ پڑا۔

اور جعد کو خالد بن عبداللہ قسری نے عید کے دن ذبح کیا تھا اور کہا تھا: "ارجعوا فضحوا تقبل اللہ منکم فانی مُضحٍّ بالجعد بن درھم زعم ان اللہ لم یتخذ ابراھیم خلیلا ولم یکلّم موسی تکلیما" (خلق افعال العباد: ص ۷)

اور جھم نے کہا کہ انسان مجبور محض ہے، اس سے جبریہ فرقہ پیدا ہوا اور اس نے کہا کہ ایمان صرف معرفت کا نام ہے۔ حالانکہ اس تعریف کے مطابق ابلیس بھی مؤمن بنتا ہے اور اس نے کہا جب اہل جنت، جنت میں اور اہل نار جہنم میں داخل ہو جائیں گے، تو جنت و دوزخ فنا ہو جائیں گی چنانچہ جھم نے عمداً چالیس دن نماز نہیں پڑھی اور سوچتا رہا کہ میرا رب ہے بھی یا نہیں؟ ایک آدمی نے جھم سے سوال کیا کہ قبل دخول اگر کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو کیا حکم ہے؟۔ تو اس نے جواب دیا کہ اس پر عدت ہے حالانکہ قرآن میں ہے: ﴿ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ﴾ ....(احزاب: ۴۹) یعنی اس شکل میں کوئی عدت نہیں۔ (خلق افعال العباد: ص ۹)

اور جھم نے کہا: وددت ان احک من المصحف قولہ تعالی: ﴿ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ﴾ ..... (شرح عقیدہ طحاویہ: ص ۱۴۶)

اور امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے "جاء نا من المشرق رأیان خبیثان جھم معطل و مقاتل مشبہ (المفسرون بین الاثبات والتاویل: جلد ۱، ص ۸۷-۸۶)

۳۔ سلف کا تیسرا اصول ہے: عدم التفریق بین الکتاب والسنۃ: یعنی سلف کتاب و سنت سے عقیدہ اخذ کرتے تھے اور سنت کو مستقل شرعی حجت سمجھتے تھے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں "باب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاعتصام بالکتاب والسنۃ" قائم کیا ہے اور صاحبِ مشکوۃ نے بھی مشکوۃ شریف میں "کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ" قائم کیا ہے۔

سلف، سنت کو وحی سمجھتے تھے چنانچہ قرآن میں ہے: ﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴾ .....(سورۂ نجم) یعنی نطقِ نبی، وحی ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے، اور حسان بن عطیہ تابعی کہتے ہیں: "کان جبرائیل ینزل علی رسول اللہ ﷺ بالسنۃ کما ینزل علیہ بالقرآن" (سنن دارمی جلد ۱: ص ۱۴۵) اور ایوب سختیانی کا قول ہے: "اذا حدثت الرجل بالسنۃ فقال دعنا من ھذا وحدثنا القران فاعلم انہ ضالّ مضل" .....(الکفایۃ للخطیب البغدادی: ص ۳۱)

غرض جب حدیث موجود ہوتی تھی تو سلف کسی کا قول سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ عمران بن حصین نے ایک حدیث سنائی: "الحیاء لایاتی الا بخیر" تو بشیر بن کعب نے کہا "احدثک عن رسول اللہ ﷺ وتحدثنی عن صحیفتک" میں تجھے حدیثِ نبویؐ سنا رہا ہوں اور تو مجھے اپنی کتاب سنا رہا ہے؟.....(صحیح بخاری: جلد ۲، ص ۹۰۳)

اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اذا رویت حدیثا صحیحا عن رسول اللہ ﷺ فلم آخذ بہ فاشھدکم ان عقلی قد ذھب (مختصر العلوّ للعلی الغفار للالبانی ص ۱۷۶)

اور امام ابن خزیمہ کا قول ہے: "لست احتج فی شیئی من صفاتِ خالقی عز وجل الا بما ھو مسطور فی الکتاب او منقول عن النبی ﷺ بالاسانید الثابتۃ الصحیحۃ..... (کتاب التوحید لابن خزیمہ: ص ۱۵)

اور امام ابن عبدالبر قرطبی نے کہا: "لیس فی الاعتقاد کلہ فی صفات اللہ واسمائہ الا ماجاء منصوصا فی کتاب اللہ او صح عن رسول اللہ ﷺ او اجمعت علیہ الامۃ، وما جاء من اخبار الاحاد فی ذلک کلہ او نحوہ یسلم لہ ولا یناظر فیہ" یعنی خبر واحد بھی عقیدہ میں حجت ہے۔

پھر انہوں نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اوزاعی نے کہا کہ مکحول اور زہری کہتے تھے "امروا ھذہ الاحادیث کما جاءت" پھر انہوں نے امام مالک، اوزاعی، سفیان بن سعید، سفیان بن عیینہ اور معمر بن راشد سے صفات کی احادیث میں یہی بات نقل کی ہے مثلاً حدیثِ نزول، حدیثِ صورۃ اور حدیثِ قدم وغیرہ (جامع بیان العلم وفضلہ: ج ۲ ص ۱۱۸-۱۱۷)

امام محمد بن حسن کا قول پہلے گزر چکا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: "محمد بن الحسن اخذ عن ابی حنیفۃ ومالک وطبقتھما من العلماء وقد حکی ھذا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاجماع" (فتویٰ حمویہ کبریٰ) یعنی امام محمد نے، ابو حنیفہ اور مالک اور ان کے طبقے کے علماء سے علم حاصل کیا ہے اور انہوں نے اس بات پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ میں قرآن اور صحیح حدیث دونوں حجت ہیں۔

پھر امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں "کتاب اخبار الاحاد" قائم کیا ہے اور امام شافعیؒ نے "الرسالہ" میں حجیتِ خبر واحد پر بسیط بحث لکھی ہے، اور امام ابن حزم نے "الاحکام فی اصول الاحکام" میں تفصیلی گفتگو کی ہے، اسی طرح حافظ ابن قیم نے "الصواعق المرسلہ" نامی کتاب میں یک صد صفحات کے قریب تفصیل لکھی ہے۔

جب نہجِ سلف کے یہ تین اصول معلوم ہو گئے اور ان کے اقوال کو بھی جا بجا ذکر کر دیا گیا تو اب آیئے اس طرف کہ عقیدہ میں سلف کا کیا طریقہ و منہج تھا:

۱۔ جو چیز اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول نے اللہ کے لئے ثابت کی ہے اس کو ثابت کرنا اور ثابت سمجھنا اور اس پر ایمان لانا۔

۲۔ ان صفات کو ثابت کرنے میں اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی مشابہت سے منزہ و پاک سمجھنا۔

۳۔ ان صفات کی حقیقت و کیفیت میں بحث کرنے سے پرہیز کرنا، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"ثم القول الشامل فی جمیع هذا الباب ان یوصف الله بما وصف به نفسه او وصف به رسوله او بما اوصف به السابقون الاولون لایتجاوز القران والحدیث، قال الامام احمد رضی الله عنه لا یوصف الله الا بما وصف به نفسه، و وصفه به رسوله لایتجاوز القران والحدیث، نیز لکھا ہے:

ومذهب السلف انهم یصفون الله بما وصف به نفسه وبما وصفه به رسوله من غیر تحریف ولا تعطیل ولا تکییف ولا تمثیل"

یعنی قران و حدیثِ نبوی میں اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات بھی ثابت ہیں وہ اللہ کے لئے ثابت کی جائیں، نہ ان کا معنی بدلا جائے، نہ انکار کیا جائے نہ کیفیت بیان کی جائے اور نہ ہی مخلوق سے تشبیہ دی جائے۔

اللہ کی صفات میں عقیدۂ سلف سمجھنے کے لئے چند اصول ہیں جن کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بدرجہ اَتم صفات کمال ہیں ان میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے جیسا کہ حیات، علم، قدرت، سمع، بصر، رحمت، عزت، حکمت، علو اور عظمت وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ .... (سورۂ احقاف) اور فرمایا ﴿ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ، اَمْوَاتٌ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ ان آیات سے معلوم ہوا کہ مِن دون اللہ یعنی جن کو وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں، وہ مخلوق ہیں، خالق نہیں اور میت ہیں، زندہ نہیں۔ اسی طرح بعث (مرنے کے بعد) کے وقت کا شعور نہیں رکھتے اور دعاؤں کو قبول کرنے والے نہیں بلکہ وہ ان کی دعاؤں سے غافل ہیں، اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی یہ صفتیں ہیں کہ وہ خالق ہے، مخلوق نہیں، حیّ (ہمیشہ زندہ) ہے اس پر موت کبھی طاری نہیں ہو سکتی، اس کو لوگوں کے بعث (اٹھنے) کا وقت معلوم ہے، وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور غافل نہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو کہا تھا: ﴿ يَآاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ﴾ اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے معبود، سمیع و بصیر اور نافع نہیں ہوتے، اور اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر اور نافع ہے اور غفلت و موت، گونگا ہونا، بہرا ہونا، نابینا ہونا، نفع نہ دے سکنا اور پیدا نہ کر سکنا وغیرہ یہ سب نقائص میں اللہ ان سب سے بَری ہے، اُس میں کمال ہی کمال ہے اسی لئے اللہ نے نقص والی صفات کی نفی فرمائی ہے، اور فرمایا: ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ﴾ اور فرمایا ﴿ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴾ اور فرمایا ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ) علاوہ ازیں مرفوع حدیث میں ہے: "انه (الدجال) اعور وان ربكم ليس باعور" اور دوسری حدیث میں ہے: "ايها الناس اربعو على انفسكم فانكم لاتدعون اصمّ ولا غائبا" .....اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ..... (سورۂ صافات: آخری آیات)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے "ربُّ العزة" اور "ربُّ العلمین" کہہ کر کامل صفت ثابت کی ہے اور "سبحان ربک" کہہ کر ان تمام نقائص سے اپنی تنزیہ کی ہے جو مشرکین اللہ کے لئے ثابت کرتے تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر محصور و لامحدود اور لاتعداد ہیں اللہ کے ہر نام سے اللہ کی صفت ثابت ہوتی ہے اور اللہ کے نام بھی غیر محصور اور لاتعداد ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ مِنْ اَقْلَامٍ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

۳۔ اللہ کی صفات دو طرح کی ہیں۔

(۱) ثبوتیہ (۲) سلبیہ

"ثبوتیہ" وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول نے اللہ کے لئے ثابت کی ہیں، یہ سب کامل ہیں۔ جیسے علم و قدرت و حیات و استواء و نزول الی السماء الدنیا اور وجہ و ید..... ان کو بغیر کسی تاویل،

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشبیہ و تحریف کے اللہ کے لئے ثابت کیا جائے گا۔

اور سلبیہ وہ ہیں، جن کی اللہ نے اپنے سے نفی کی ہے، یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے اس کی نفی کی ہو، وہ سب نقص کی صفات ہیں، جیسے موت و نوم و جہل و نسیان و عجز و تعجب و نحوھا

صفاتِ سلبیہ میں محض ان صفات کی نفی کرنی ہی مقصود نہیں، بلکہ اس لحاظ سے نفی ہوتی ہے کہ ان کی ضد کو بطریقۂ اتم، اللہ کے لئے ثابت کیا جائے، اس لئے کہ نفی اسی وقت کامل ہو سکتی ہے جبکہ اسی کی ضد ثابت کی جائے مثلاً موت کی نفی، کمالِ حیات کو متضمن ہے، اسی لئے فرمایا: ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ ﴾ ۔ اور ظلم کی نفی کمالِ عدل کو متضمن ہے اور عجز کی نفی کمالِ علم و قدرت کو متضمن ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول: ﴿ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ﴾ کے بعد فرمایا: ﴿ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴾

۴۔ صفاتِ ثبوتیہ، تمام کی تمام صفاتِ مدح و کمال ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے، اور صفاتِ سلبیہ کو مجملاً ذکر کیا جیسے ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ الا یہ کہ تفصیل کی ضرورت پڑی جیسے: ﴿ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ﴾

۵۔ صفاتِ ثبوتیہ دو طرح کی ہیں۔

(۱) ذاتیہ اور (۲) فعلیہ

ذاتیہ وہ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ ازل سے متصف رہا اور متصف ہے اور متصف رہے گا جیسا کہ علم و قدرت، سمع و بصر، عزت، حکمت، عظمت، وجہ، ید اور عین وغیرہ۔

فعلیہ وہ ہیں جو اللہ کی مشیئت سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کا تعلق اللہ کے فعل سے ہے، چاہے تو کرے، نہ چاہے تو نہ کرے، جیسا کہ استواء علی العرش، نزول الی السماء الدنیا، مجیٔ، ضحک، غضب اور محبت وغیرہ۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرتے وقت یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ اللہ کی صفات مخلوق کی صفات کی طرح نہیں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی صفات کی حقیقت و کیفیت ہمیں معلوم نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ اس میں اللہ تعالیٰ نے دو صفتیں سمع و بصر اپنے لئے ثابت کی ہیں، اور مخلوق کی مشابہت کی نفی کی ہے اور فرمایا: ﴿ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴾ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں مخلوق کی مشابہت کی نفی کی ہے اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴾ اور فرمایا: ﴿ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴾ ان میں اللہ نے اپنی صفات کی کیفیت کے علم کی انسان کے لئے نفی کی، اور اس میں خوض کرنے سے منع فرمایا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم یہ نہیں کہیں گے کہ اللہ کی صفات مثلاً ید (ہاتھ) قدم (پاؤں) ساق (پنڈلی) اصبع (انگلی) عین (آنکھ) وغیرہ مخلوق کی طرح ہیں، اور اللہ کی ان صفات کا انکار بھی نہیں کریں گے کیونکہ نصوص میں ان کا ذکر ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ قرآن میں ہے: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ کیف استوی؟ یعنی اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا مذکور ہے تو اس کے مستوی ہونے کی کیا کیفیت ہے؟ تو امام مالکؒ نے اپنا سر جھکا لیا اور انکو پسینہ آگیا اور فرمانے لگے "الاستواء غیر مجهول والكيف غير معقول والايمان به واجب والسؤال عنه بدعة": یعنی اللہ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے (کیونکہ وہ قرآن و حدیث میں مذکور ہے) اور اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کی کیفیت کے بارہ میں سوال کرنا بدعت ہے۔ فتح الباری جلد ۱۳ شرح باب ﴿ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ..... ﴾

۷۔ اللہ تعالیٰ کی صفات توقیفیہ ہیں یعنی جو صفتیں کتاب و سنت میں وارد ہوئی ہیں، وہی ثابت کی جائیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء بھی توقیفی ہیں اور ہر اسم صفت کو متضمن ہوتا ہے، اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کا نہ تو کوئی اسم مقرر کیا جاسکتا ہے اور نہ صفت، سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ نیز فرمایا: ﴿ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ اللہ کے ذمے کوئی بات نہ کہو جس کا تم کو علم نہ ہو۔ اور کتاب و سنت سے تین طریقوں پر صفات ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ کتاب و سنت کے اندر کسی صفت کی صراحت موجود ہو جیسا کہ عزت و قوت، رحمت و بطش اور وجہ و ید وغیرہ۔

۲۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اسم، صفت کو متضمن ہو، جیسا کہ غفور صفت مغفرت، سمیع صفت سمع، بصیر صفت بصر اور قدیر صفت قدرت کو متضمن ہے۔

۳۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل یا وصف، صفت پر دلالت کرے جیسا کہ استواء، نزول، مجیٔ اور انتقام من المجرمین وغیرہ

امام محمدؒ، تلمیذ امام ابو حنیفہؒ لکھتے ہیں:

"اتفق الفقهاء كلهم من المشرق الى المغرب على الايمان بالقران والاحاديث التى جآء بها الثقات عن رسول الله ﷺ فى صفة الرب عز وجل من غير تفسير ولا وصف ولا تشبيه فمن فسّر اليوم شيئا من ذٰلك فقد خرج عما كان عليه النبى ﷺ وفارق الجماعة فانهم لم يصفوا ولم يفسروا ولكن افتوا بما فى الكتاب والسنة ثم سكتوا"

یعنی مشرق اور مغرب کے علماء نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ کتاب و سنت میں جو صفتیں وارد ہیں، ان پر بغیر کسی تاویل اور کیفیت اور تشبیہ کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایمان لایا جائے، جس نے آج ان میں سے کسی صفت کی تاویل کی تو وہ نبی کریم ﷺ کے طریقے سے نکل گیا، اور اس نے جماعت کو ترک کر دیا کیونکہ انہوں نے نہ تو کیفیت بیان کی اور نہ تاویل کی بلکہ انہوں نے وہی صفتیں ثابت کیں، جو کتاب و سنت میں ہیں، پھر وہ خاموش ہو گئے۔ (فتویٰ حمویہ کبریٰ: ص ۳۰-۲۹)

اور امام زہری، مکحول اور اوزاعی کا قول بھی گزر گیا ہے کہ "اَمِرُّوْهَا كَمَا جَآءَتْ" کہ صفات کی نصوص کو اسی طرح گزارو اور ان پر ایمان لاؤ جس طرح وہ آئی ہیں، ان کی تاویل نہ کرو۔ ان کے علاوہ بہت سے علماء ہیں، جن سے یہی قول منقول ہے، مثلاً امام شافعی، ابوبکر آجری، ابو عبداللہ زبیری، قاضی شریک، ابوالحسن اشعری، ابو حاتم بستی، شیخ الحرمین ابو حسن کرخی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم اور ابو المظفر السمعانی وغیرھم رحمہم اللہ اور متأخرین میں سے شاہ ولی اللہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے، جیسا کہ ان کے مکتوبات کے شروع میں انہوں نے عربی میں امام بخاری اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی مدح کی ہے اور یہی قول اختیار کیا ہے اور اسی کو حق کہا ہے اور شیخ محمد امین شنقیطی نے بھی اسی مسلک کی حمایت کی ہے، اور خصوصی طور پر متقدمین میں سے جو اس مسلک کی طرف سے کافی دفاع کرتے تھے اور اس کے پھیلانے میں کوشاں تھے ان میں سے امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام ابو سعید عثمان بن سعید دارمی اور امام عبدالعزیز بن مسلم الکنانی المکی وغیرھم ہیں، چنانچہ امام احمد اور دارمی نے "کتاب الردّ علی الجہمیہ" نامی کتابیں لکھیں، اور دارمی کی ایک کتاب کا نام "کتاب الردّ علی بشر المریسی" ہے اور امام بخاری نے "خلق افعال العباد" کتاب لکھی، اور صحیح بخاری میں "کتاب التوحید" عنوان منعقد کیا جس میں معتزلہ، جہمیہ پر سخت تنقید کی، اور عبدالعزیز مکی کی "کتاب الحیدۃ" (جو کہ بشر مریسی کے ساتھ ان کا مناظرہ ہوا ہے) اچھی کتب میں شمار کی جاتی ہے اور ساتویں صدی ہجری کے اوائل میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے سلفی عقیدے کو بہت اُجاگر کیا، اور اس کے مخالفین کا تفصیل سے رد لکھا، جو لوگ یہ تصور کرتے تھے کہ تاویل والا عقیدہ سلف کا عقیدہ ہے، ان کو بتایا کہ یہ سلف کا عقیدہ نہیں، بلکہ سلف کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی تاویل نہ کرنا ہے، اور ان کی کیفیت میں بحث و کرید نہ کرنا اور ان کو مخلوق کی صفات کی طرح نہ سمجھنا ہے، چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں "فتویٰ حمویہ کبریٰ" اور "رسالہ تدمریہ" اور "عقیدہ واسطیہ" وغیرہ بہترین رسالے لکھے ہیں۔ "حمویہ" میں سلف کی نصوص جمع کر دی ہیں، جو کہ اللہ کے اسماء و صفات کو بلا تشبیہ و تکییف مانتے تھے، اور یہ حمویہ وہ رسالہ ہے کہ شاہ ولی اللہ جب حرمین تشریف لے گئے تھے تو انہوں نے جب یہ رسالہ دیکھا تو بہت خوش ہوئے، اور اس کو لکھنا شروع کیا تاکہ ان کا بھی ایک نسخہ بن جائے۔ اسی طرح امام الجرح والتعدیل حافظ ذہبی، جو کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں، نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "العلوّ للعلیّ الغفار" ہے اور شیخ البانی کے اختصار سے مطبوع

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے' اس میں بھی انہوں نے سلف کی تصریحات ذکر فرمائی ہیں، اور حافظ ابن قیم نے " اجتماع الجیوش الاسلامیہ " نامی ایک کتاب لکھی ہے، جس میں سلف کی تصریحات درج کی ہیں کہ وہ اسماء و صفات کی تاویل نہیں کرتے تھے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے " رسالۃ تدمریۃ " میں " معطلۃ " اور " مؤولہ " کے شبہات کا جواب دیا ہے، اور " واسطیۃ " میں عقیدۂ سلف اختصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے، معتزلہ چونکہ تمام صفات کی نفی کرتے تھے اور اللہ کی ذات کو مانتے تھے، صفات کی نفی اس لئے کرتے تھے کہ اگر ہم اللہ کی صفات کو ثابت کریں گے تو مخلوق سے تشبیہ لازم آئے گی، تو ان کی اس حجت کو توڑنے کے لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے:

" القول فی الصفات کا لقول فی الذات " مجموع الفتاویٰ جلد ۳ : ص ۲۵

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، مخلوق کی ذات کے مشابہ نہیں، سو جس طرح ذات میں اسم یا لفظ کے اتفاق سے مسمی و مفہوم کا اتفاق ضروری نہیں ہے (اور یہ معتزلہ کو بھی مسلم ہے، ورنہ وہ اللہ کی ذات کی بھی نفی کرتے، کیونکہ یہاں بھی لفظی مشابہت ہے، چنانچہ جب اسم کے اتفاق سے مسمی کا اتفاق ضروری نہ ہوا) تو پھر بعینہ اللہ کی صفات میں بھی یہی قاعدہ ہے کہ لفظی اتفاق سے معنوی اتفاق ضروری نہیں تو تشبیہ لازم نہ آئی۔ اور یہ تو مخلوق میں بھی واقعہ ہے کہ لفظی اتفاق سے معنوی اتفاق لازم نہیں، جیسا کہ جنت کی نعمتیں اور دنیا کی نعمتیں یکساں نہیں، صرف نام میں اتحاد ہے لیکن ان کی حقیقت و کیفیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے "لیس فی الجنۃ من اطعمۃ الدنیا الا الاسماء" جنت میں دنیا کے کھانوں کے صرف نام ہیں تو جب معتزلی کہے گا کہ میں اللہ کے استواء علی العرش کی نفی کرتا ہوں اس لئے کہ استواء تو مخلوق کی بھی صفت ہوتی ہے، تشبیہ لازم آئے گی، تو اس سے پوچھا جاسکتا ہے کہ پھر تم اللہ کی ذات کی بھی نفی کرو کیونکہ ذات تو مخلوق کی بھی ہوتی ہے، اگر وہ اللہ کے لئے ذات ثابت کرے گا تو بھی معتزلی نظریہ کے مطابق تشبیہ لازم آجائے گی۔

اگر معتزلی کہے کہ ذات میں تشبیہ لازم نہیں آتی کیونکہ اللہ کے وجود ذات جیسا کوئی نہیں، تو ہم کہیں گے، اسی طرح اللہ کی تمام صفتیں اللہ کی شان کے لائق ہیں وہ مخلوق کی صفات کی طرح نہیں تو صفات میں بھی تشبیہ لازم نہیں آتی، جس طرح اللہ کی ذات جیسی کوئی ذات نہیں اسی طرح اللہ کی صفات جیسی کسی کی صفات نہیں: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾ اللہ نے اپنے آپ کو سمیع و بصیر کہا اور ﴿ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴾ میں انسان کو سمیع و بصیر کہا ہے اور ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ﴾ کہہ کر تشبیہ کی نفی کر دی ہے۔

اور بعض متکلمین مؤولہ صرف سات صفات تسلیم کرتے ہیں' چنانچہ صحیح بخاری کے حاشیہ ۱ ص

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

:۹۶) میں لکھا ہوا ہے : "ثم الوجودية حصروها في صفات سبع ۱ - الحياة ۲ - الارادة ۳ - القدرة ۴ - السمع ۵ - البصر ۶ - الكلام ۷ - العلم، والباقي من صفات الرحمة والخلق ونحوها بتمامها راجع اليها لا تخرج عنها" یعنی اللہ تعالیٰ کی وجودی صفات سات ہیں، اور ان کے علاوہ باقی رحمت و خلق وغیرہ تمام صفات کی ان میں سے کسی کے ساتھ تاویل کریں گے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں یہ باب قائم کیا ہے "باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴾ "اور حاشیہ میں ہے وغرضه اثبات صفة الرزاقية له تعالى وهي عائدة الى صفة القدرة - یعنی امام بخاری کی غرض اس باب سے اللہ کے لئے صفتِ رزاقیت ثابت کرنا ہے، اور وہ صفت قدرت کی طرف راجع ہے، اور اسی طرح اللہ کے صفت محبت کا تذکرہ حدیث میں موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "اخبروه ان اللہ یحبه "یعنی سورۂ اخلاص پڑھنے والے کو بتادو کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے، اس مقام پر بخاری کے حاشیہ میں کہا گیا ہے کہ : محبت اللہ ارادة ثوابهم وتنعيمهم یعنی اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے کا مطلب ہے کہ لوگوں کو ثواب دینے کا ارادہ کرنا۔

اسی طرح امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے "باب قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ" —— رحمٰن اللہ کا نام ہے اور صفت رحمت کو متضمن ہے لیکن حاشیہ میں ہے "والمراد برحمته ارادته نفع من سبق في علمه انه ينفعه" اس طرح کی کافی مثالیں حاشیہ بخاری میں موجود ہیں کہ امام بخاریؒ سلفی عقیدہ کے مطابق اپنی کتاب صحیح بخاری میں اللہ تعالیٰ کی صفات کتاب و سنت سے ثابت کرتے ہیں اور حاشیہ صحیح بخاری میں سلف کے طریقہ سے ہٹ کر خلف کے طریقے کے مطابق ان کی تاویل کی جاتی ہے۔

سات صفتوں کے علاوہ باقی صفات کو انہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جیسا کہ صفت رزاقیت کی صفت قدرت کے ساتھ اور صفت محبت کی صفت ارادہ کے ساتھ ،اور اسی طرح رحمت کی ارادہ کے ساتھ تاویل کی گئی ہے۔ مؤوّلین اسی طرح کرتے ہیں اور صفاتِ باری تعالیٰ کو ثواب و عقاب کے ارادے کی طرف یا نفسِ ثواب و عقاب کی طرف لوٹاتے ہیں، حالانکہ اللہ کی صفات غیر مخلوق ہیں اور ثواب و عقاب مخلوق ہیں اور محبت و رحمت کی تاویل اس لئے کرتے ہیں کہ رحمت کا معنی "رقتِ قلب "اور محبت کا معنی "میل القلب الى المحبوب" ہوتا ہے، جبکہ یہ اللہ کے لئے محال ہے، حالانکہ ارادہ میں بھی یہی اعتراض ہو سکتا ہے کہ ارادہ بھی "میل المريد الى من يوا فقه في ارادته" ہوتا ہے۔ یعنی مُرید (ارادہ کرنے والا) کا اپنے ارادہ میں کسی موافقت کرنے والے کی طرف میلان اور جھکاؤ۔ سو مؤوّلین کے نزدیک یہ بھی محال ہونا چاہئے، اور ان کو ارادہ کی بھی تاویل کرنی چاہئے۔ اصل بات یہ ہے محبت، رحمت، رازقیت، ضحک (ہنسا) وغیرہ ،اللہ تعالیٰ کی مستقل صفتیں ہیں اور جن کے ساتھ ان کی تاویل کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے وہ اور مستقل صفتیں ہیں، اور اسی طرح انعام، احسان، عطا اور اثابت وغیرہ اللہ کی مستقل صفتیں ہیں، اور پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتیں لاتعداد ہیں، تاویل کے قول کے مطابق تو یہ محصور و محدود ہو جاتی ہیں اور وہ بھی سات رہ جاتی ہیں، اور یہ طریقہ امام بخاریؒ کے منہج اور عقیدہ کے سراسر خلاف ہے، صحیح بخاری کے ابواب میں خصوصاً کتاب التوحید میں جو اُن کی غرض نہیں ہوتی اس کو اپنی طرف سے امام بخاری کی غرض بنا لیا جاتا ہے، حالانکہ امام بخاریؒ اس سے بَری ہوتے ہیں۔

مثلاً صفتِ رحمت کی تاویل اگر ارادہ یا احسان یا افضال وغیرہ کے ساتھ کی جائے تو صفت رحمت کا انکار تو ہو ہی جاتا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس جگہ مؤولین کے رد کیلئے ایک قاعدہ ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ " القول فی بعض الصفات کا لقول فی بعضھا الاخر "

(مجموع الفتاویٰ : ج ۳، ص ۱۷)

یعنی جو لوگ صرف سات صفتوں کو مانتے ہیں اور باقی صفات کی تاویل کر کے ان کو سات کی طرف لوٹاتے ہیں ان سے کہا جاسکتا ہے کہ ان صفات میں جن کو تم مانتے ہو اور ان میں جن کی تم نفی کر کے تاویل کر لیتے ہو کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ یہ سات صفات اگر مخلوق کی صفات کی طرح نہیں تو پھر باقی صفات کو بھی مخلوق کی صفات کی طرح کہہ کر انکار یا تاویل کرنا لازی نہیں۔ چنانچہ اگر یہ سات صفات مخلوق کی صفات کی طرح نہیں بلکہ اللہ کی شان کے جس طرح لائق ہیں اسی طرح ہیں، تو لازم ہے کہ باقی صفات کو بھی اسی طرح ثابت مانا جائے کہ اس کی رضا و محبت، غضب و رحمت وغیرہ مخلوق کی رضا و محبت، غضب و رحمت کی طرح نہیں چنانچہ سلف تمام صفات کو مستقل صفات مانتے تھے کسی دوسری صفت کی طرف نہیں لوٹاتے تھے مثلاً استواء و نزول، مجیٔ و کلام، محبت و رحمت، رضا و ضحک، تعجب، فرح، غضب و وجہ، نفس و ید، اصابع و ساق اور عین وقدم وغیرہ صفات کو اللہ کے لئے ثابت کرتے تھے اور ان کی کیفیت میں بحث نہیں کرتے تھے، اور نہ ہی ان کی تاویل کرتے تھے اور نہ ہی تشبیہ دیتے تھے۔

اور مؤولین استواء کی استیلاء (غلبہ) اور نزولُ الرب کے نزولِ ملک یا نزولِ امر و رحمت اور مجیٔ کے مجیٔ امر یا مجیٔ ملک اور کلام کی کلام نفسی اور وجہ کی ذات مع نفی الوجہ اور نفس کی علم اور ید کی قدرت اور ساق کی شدت اور عین کی حفظ و عنایت اور قدم کی رعب یا جماعت وغیرہ کے ساتھ تاویل کرتے ہیں، جو بالکل بلا دلیل ہے۔

مؤوّل پہلے مشبہ بنتا ہے کیونکہ اس نے صفات کی نصوص سے وہ معنی سمجھا جو اللہ اور اس کے رسول نے مراد نہیں لیا۔ مثلاً رحمت میں رقتِ قلب اور غضب میں غلیانُ الدم اور محبت میں میلُ القلب پھر جب اس مؤول نے تاویل کی اور اس کو اس معنی سے پھیر دیا جو ان کا تشبیہ کے بغیر معنی تھا جو کہ اللہ اور اس کے رسول نے مراد لیا تھا تو وہ مؤوّل معطّل ہوا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلف نے صفات کا انکار نہیں کیا اور نہ ہی مخلوق سے تشبیہ دی اور نہ تاویل کی تو وہ معطلہ اور مشبہہ کے درمیان ہوئے اور یہی سلامتی والا طریقہ ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کو مختلف دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اللہ کا کلام لفظی ہے صوت (آواز والا) ہے، جب چاہے کلام کرے جس سے چاہے کرے۔ اہل جنت سے یا ملائکہ سے، انبیاء سے یا اہل محشر سے، اس کا کلام مسموع یعنی سنا جاسکتا ہے۔ اس کا کلام اس کی صفت غیر مخلوق ہے، مخلوق کے کلام کی طرح نہیں۔ مخلوق کا کلام قریب والے ہی سُن سکتے ہیں اور اللہ کا کلام محشر میں سب اہلِ محشر یکساں طور پر سُنیں گے۔

خلف کون ہیں؟

خلف وہ ہیں جنہوں نے سلف کا طریقہ چھوڑ کر اور طریقہ اختیار کیا یا تو صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کیا، جیساکہ جعد بن درھم، جہم بن صفوان اور واصل بن عطاء وغیرہ۔۔ اور جو ان کے مقلدین ہوئے ہیں یا جنہوں نے سرے سے بظاہر انکار تو نہیں کیا لیکن ان کی تاویل کی۔ خلف کا طریقہ یہ رہا ہے کہ عقیدہ ایسی دلیل سے ثابت ہوگا جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو اس میں خبر واحد بجمیع اقسام داخل نہیں، کیونکہ وہ ان کے ہاں ظنی الثبوت ہے، اور قرآن مجید کی وہ آیات، جو اُن کے ہاں ظنی الدلالہ ہیں بھی خارج ہو گئیں بلکہ بعض خلف تو آیاتِ صفاتِ فعلیہ کو متشابہات میں شامل سمجھتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ پھر ان خلف کا طریقہ ہے کہ تعارض کے وقت عقل کو نقل پر مقدم کیا جائے گا۔ حالانکہ حقیقت میں وہاں تعارض بالکل نہیں ہوتا، صرف ان کے مذہب کا آیات سے تعارض ہوتا ہے اور وہ اپنے طریقے کو اُحکم (مضبوط تر) کہتے ہیں، ان کا طریقہ یہ بھی ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کی نصوص کی حق سے بعید تر تاویل کی جائے چنانچہ امام الحرمین جوینی نزول اللہ الی السماء الدنیا کی "نزول الملائکہ" سے تاویل کرتے ہیں اور قدم کی کسی بادشاہ کے قدم کے ساتھ، یعنی کوئی بادشاہ اپنا قدم جہنم پر رکھے گا۔ امام الحرمین یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اگر ہم انکار بھی کر دیں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن چونکہ حدیث متفق علیہ تھی تو تاویل شروع کر دی۔ دوسری صدی ہجری میں واصل بن عطاء پیدا ہوا، وہ حسن بصری کے شاگردوں میں سے تھا، معتزلی بن گیا اور ابو علی محمد بن عبد الوھاب الجبائی بھی معتزلی تھا۔ ابو الحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری، ابو علی جبائی کا شاگرد تھا اور چوتھی صدی ہجری ان کا زمانہ ہے۔

پہلے اشعری بھی معتزلی تھا پھر اپنے استاد ابو علی سے مناظرے کئے، معتزلہ کا مسلک چھوڑ دیا پھر ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن سعید بن کلاب (۲۴۰ھ) کا تاویل والا مسلک اختیار کیا اور یہ اشعری کا دوسرا مرحلہ تھا۔ اس مرحلہ پر اشعری کا مذہب مشہور ہوگیا۔ اسی وجہ سے مؤولہ فرقہ کو اشاعرہ یا اشعریہ بھی کہا جاتا ہے اور جن علماء نے یہ قول اختیار کیا ان میں سے چند یہ ہیں: قاضی ابوبکر محمد بن طیب باقلانی، ابوبکر محمد بن حسن بن فورک، شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد مہران اسفرائینی، شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیرازی، ابو حامد غزالی، ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی، فخرالدین رازی اور امام الحرمین جوینی وغیرہ، انہوں نے اس کی تشہیر کی۔ انہی کی وجہ سے تاویل کا مذہب زیادہ پھیل گیا۔ ان میں سے اکثر فروع میں شوافع کہلاتے تھے اور جو لوگ فروع میں "احناف" کہلاتے ہیں، انہوں نے عقیدہ میں ابو منصور ماتریدی کا مذہب اختیار کیا اور ماتریدی کہلائے۔ ماتریدی کا مذہب بھی تاویل کا ہے۔

ابو الحسن اشعری چالیس سال تک معتزلی رہے، پھر پندرہ دن اپنے گھر رکے رہے، پھر جمعہ کے دن نکل کر لوگوں کے سامنے اپنے اعتزال سے توبہ کرنے کا اعلان کیا پھر کلابیہ کے طریقے پر رہے، یعنی سات صفات کو ثابت کرنا اور باقی کی تاویل کرنا۔ پھر ان پر تیسرا مرحلہ آیا اور تمام صفات کو ثابت کرنا شروع کیا اور سلف کا عقیدہ اختیار کیا۔ اسی دوران انہوں نے "الإبانہ فی أصول الدیانہ" نامی کتاب لکھی۔ اب اگر ان کی طرف، ان کے پہلے یا دوسرے مرحلے والا مذہب منسوب کیا جائے تو یہ ظلم ہے۔ اس لئے حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "تبیین کذب المفتری علی ابی الحسن الاشعری" ہے اس میں انہوں نے ان حضرات کا رد کیا ہے جو اشعری کی طرف غلط نظریات منسوب کرتے ہیں۔

ابوالحسن اشعری نے اپنی ابانہ کتاب میں سلف کے مذہب کی ترجمانی کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

فصل فی ابانة قول اهل الحق والسنة، فان قال لنا قائل: قد انكرتم قول المعتزلة و القدرية والجهمية والحرورية والرافضة والمرجئة فعرفونا قولكم الذى به تقولون وديانتكم التى تدينون؟ قيل له: قولنا الذى نقول به وديانتنا التى ندين بها التمسك بكتاب الله ربنا وسنة نبينا محمد ﷺ وماروى عن السادة الصحابة والتابعين وائمة الحديث ونحن بذالك معتصمون، وبما كان يقول به ابو عبدالله احمد بن حنبل نضّر الله وجهه ورفع درجته واجزل مثوبته قائلون ولمن خالف قوله مجانبون لانه الامام الفاضل والرئيس الكامل الذى ابان الله به الحق ودفع به الضلال واوضح به المنهاج وقمع به بدع المبتدعين وزيغ الزائغين وشكك الشاكين ورحمة الله عليه من امام مقدم وجليل معظم وكبير مفهم پھر انہوں نے کہا وان له سبحانه وجها بلا كيف كما قال: ﴿ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾ وان له يدين بلا كيف كما قال سبحانه: ﴿ خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ﴾ ص ۷۵، وان له عينين بلا كيف كما قال تعالى: ﴿ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا ﴾ ... (۱ لقمر - ۱۴) ونثبت لله السمع والبصر ولا ننفي ذالك كما نفته المعتزلة والجهمية والخوارج ونثبت ان لله قوة و نقول ان كلام الله غير مخلوق ... الخ (ص ۲۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی یہ فصل اہل حق اور اہلسنّت کے قول کی وضاحت میں ہے: اگر ہمیں کوئی کہے کہ تم معتزلہ وغیرہ کے قول کا انکار کرتے ہو تو تمہارا اپنا قول اور عقیدہ کیا ہے تو جواب یہ ہے جس قول کے ہم قائل ہیں اور جس طریقے پر ہم چلتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت اور صحابہ و تابعین اور حدیث کے اماموں سے جو کچھ مروی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑنا اور ہم اسی کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں، اور جو عقیدے کے بارہ میں امام احمد کا قول ہے، ہم اس کو اختیار کرنے والے ہیں اور جو اس کے مخالف ہے، اس سے علیحدگی اور مخالفت کرنے والے ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے اور ہاتھ ہیں اور آنکھ ہے اور سننا اور دیکھنا ہے لیکن ان سب کی کیفیت ہم نہیں جانتے، کیونکہ قرآن مجید سے یہ ثابت ہے اور ہم معتزلہ وغیرہ کی طرح ان صفتوں کی نفی نہیں کرتے اور ہم اللہ کے لئے صفتِ قوت ثابت کرتے ہیں اور ہم کہتے ہیں کہ اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے.... الخ"

ہر اشعری مقلد کو ہماری یہ نصیحت ہے کہ وہ "ابانہ" کتاب کا بغور مطالعہ کرے اور ابوالحسن اشعری کی پہلے اور دوسرے مرحلے کی تقلید چھوڑ دے، اس لئے کہ مذکورہ بڑے بڑے علماء پہلے اشعری عقیدے پر تھے، پھر جب انہیں پتا چلا کہ یہ طریقہ صحیح نہیں اور سلف کے طریقے میں ہی خیر ہے، تو انہوں نے بھی سلف کا طریقہ اختیار کیا، چنانچہ ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے

امام الحرمین الجوینی (الاب) ابو محمد عبداللہ بن یوسف الجوینی: پہلے بہت بڑے مؤوّل تھے اور تاویل کے بہت حامی تھے، ان کی بعض تاویلات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، پھر انہوں نے رجوع کر لیا تھا، اور رجوع کرنے کے بعد انہوں نے اپنے اساتذہ کی اصلاح کی خاطر ایک رسالہ لکھا جس کا نام "رسالة فی اثبات الاستواء والفوقية ومسئلة الحرف والصوت في القرآن المجيد وتنزيه الباری عن الحصر والتمثيل والكيفية" ہے اور ایک اُور رسالہ جس کا نام النصیحہ فی الصفات ہے، یہ رسالہ بہت ہی اچھا ہے، اس میں امام صاحب نے اپنے اساتذہ کو صفاتِ باری تعالیٰ کے اثبات میں بہت اچھی نصیحتیں کی ہیں۔ ہر مؤول کو اس کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

امام الحرمین الجوینی (الابن) ابو المعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف الجوینی متوفی ۴۷۸ھ، انہوں نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام النظامیہ اور الغیاثی ہے، اس میں سلف کے مذہب کی حمایت کی ہے، شروع میں خود تاویل میں مشغول تھے پھر نادم ہوئے، توبہ کی اور ان کے یہ الفاظ تھے "فالآن ان لم يتدارکني ربي برحمته فالويل لفلان" یعنی اب اگر میرے رب نے مجھ پر رحمت نہ کی تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ (شرح عقیدہ طحاویہ: ص ۲۲۸)

اور انہوں نے کہا کہ اے میرے ساتھیو! علم کلام میں مشغول نہ ہونا اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم کلام مجھے اس حد تک پہنچا دے گا جس حد کو میں پہنچ چکا ہوں، تو میں اس میں مشغول ہی نہ ہوتا۔ (شرح عقیدہ طحاویہ: ص ۲۲۸)

الامام الغزالی متوفی ۵۰۵ھ: امام غزالی شیخ الحرمین ابو المعالی جوینی کے شاگرد ہیں پہلے علم کلام میں مشغول تھے اور انہوں نے "الاقتصاد فی علم الکلام" کتاب لکھی، آخر کار مسائل کلامیہ میں حیرت زدہ ہوئے پھر انکو چھوڑ دیا اور حدیث کی طرف متوجہ ہوئے، جب وہ فوت ہوئے تو صحیح بخاری ان کے سینے پر تھی (شرح عقیدۂ طحاویہ: ص ۲۲۷)

اور توبہ کرنے کے بعد انہوں نے علم کلام کے خلاف یہ کتاب لکھی "الجام العوام عن علم الکلام" اور ایک رسالہ "بغیۃ المرید فی مسائل التوحید" لکھا۔ اسی طرح ابو الفتح الشہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) نے علم کلام کے ردّ میں (نہایۃ الاقدام فی علم الکلام) کے نام سے کتاب لکھی۔

ابو عبداللہ محمد بن عمر بن الحسین الرازی المفسّر: انہوں نے بہت ہی علم کلام پڑھا اور حمایت بھی کی آخر کار ندامت کا اظہار کیا اور یہ شعر کہا:

ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا
سوی ان جمعنا فیہ قیل وقال

"یعنی ہم نے اپنی عمر دراز میں یہی چیز حاصل کی کہ ہم نے قیل و قال اکٹھا کر دیا"

انہوں نے مزید کہا:

" لقد تأملت الطرق الکلامیۃ والمناھج الفلسفیۃ فما رأیتھا تروی علیلا ولا تشفی علیلا ورایت أقرب الطرق طر یقۃ القرآن .....أقرأ فی الاثبات ﴿ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ ولا الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ"

واقرا فی النفی ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ --- ﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴾ (شرح عقیدہ طحاویہ: ص ۲۲۸)

یعنی میں نے علم کلام اور فلسفے کے طریقوں کو غور سے دیکھا تو ان کو پیاسے کی پیاس کو بجھاتے اور بیمار کو شفا دیتے نہیں پایا اور سارے طریقوں سے حق کے زیادہ قریب، قرآن کے طریقے کو دیکھا ہے، چنانچہ میں اللہ کی صفات کو ثابت کرنے میں ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ اور ﴿ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ ﴾ پڑھتا ہوں اور تشبیہ کیفیت کی نفی میں ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ﴾ اور ﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴾ پڑھتا ہوں۔

پھر انہوں نے کہا "ومن جرب مثل تجربتی عرف مثل معرفتی" یعنی جس نے میرے جیسا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجربہ کیا ہو اس کو علم کلام کے بارہ میں میرے جیسی معرفت حاصل ہو جائے گی۔ (شرح عقیدہ طحاویہ: ص ۲۲۸)

علمِ کلام اور سلف

علم کلام وہ علم ہے جس میں صفاتِ باری تعالیٰ کی نصوص کی ایسی تاویل کی جاتی ہے جو سلف نے نہیں کی اور نہ ہی سلف کے منہج میں وہ مقبول ہے۔ علم کلام میں کافی کتب لکھی گئی ہیں مثلاً "المواقف" عضد الدین ایجی کی اور "عقائدِ نسفی" نامی رسالہ ہے نسفی کا اور اس کی شرح تفتازانی اور اس کا حاشیہ خیالی کا اور "الاقتصاد فی علم الکلام" غزالی کی وغیرہ، سلف کے منہج کے حاملین نے جب دیکھا کہ تاویل کا منہج سلامتی و متانت والا نہیں، تو انہوں نے اس کے سدِّباب کیلئے بہت کوشش کی، بعض نے مستقل کتابیں لکھیں اور اس کے نقصانات کو واضح کیا اور بتایا کہ دراصل یہ منہج فلاسفہ یونان کی طرف سے بطریق معتزلہ و جہمیہ، اسلام میں گھس آیا ہے، چنانچہ حافظ ابو عمر ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں اس علم کی مذمت کی ہے اور شیخ الاسلام ابواسمٰعیل الہروی نے اس کی مذمت میں مستقل اور مستند کتاب لکھی جس کا نام "ذمّ الکلام واہلہ" ہے جس کی امام سیوطی نے تلخیص کی ہے اور اس کا نام "صون المنطق والکلام عن فنی المنطق والکلام" رکھا ہے اور اس میں ان سلف صالحین کے کافی اقوال درج کئے ہیں جنہوں نے علم کلام کو کراہت کی نظر سے دیکھا اور اسی طرح مدارسِ دینیہ میں مقرر شدہ کتاب شرح عقیدہ طحاویہ میں بھی جابجا علم کلام کی مذمت پائی جاتی ہے پھر لطف کی بات یہ ہے کہ جن علماء پر اس فن کا اکثر دارومدار تھا انہوں نے بھی اس سے رجوع کر لیا تھا اور ندامت کا اظہار کیا تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

علم کلام کے بارے میں سلفی علماء کے بعض اقوال

۱۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول: ایک آدمی نے امام صاحب سے سوال کیا کہ بعض لوگ اعراض و اجسام کے بارہ میں بحث کرتے ہیں۔ امام صاحب نے کہا " مقالات الفلاسفة، عليك بالاثر وطريقة السلف، واياك وكل محدثة فانها بدعة "یعنی الہیات میں اعراض و اجسام کے بارہ میں جو لوگ گفتگو کرتے ہیں دراصل فلاسفہ کی باتیں ہیں، تو ان سے بچ کر حدیث کو لازم پکڑے رکھ اور سلف کے طریقے کو نہ چھوڑ اور نئی بات سے بچ، کیونکہ وہ بدعت ہے (صون المنطق: ص ۳۲)

۲۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول: میں دین میں کلام پسند نہیں کرتا۔ مدینہ والے بھی اس کو مکروہ جانتے رہے اور اس سے منع کرتے رہے (جامع بیان العلم وفضلہ: ج ۲، ص ۹۶) حافظ ابن عبدالبر نے کہا کہ اللہ کے اسماء و صفات میں تاویل کرنا اہلِ بدعت معتزلہ وغیرہ کا مذھب ہے اور امام مالک نے جو کچھ کہا وہی پہلے اور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پچھلے فقہاء اور علماءِ حدیث و فتویٰ کا قول ہے۔ (حوالۂ مذکور)

۳۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول: "حکمی فی اھل الکلام ان یضربوا بالجرید ویحملوا علی الابل ویطاف بھم فی العشائر و القبائل و ینادی علیھم ھذا جزآء من ترک الکتاب والسنۃ واقبل علی الکلام" (صون المنطق: ص ۳۱) یعنی اہل کلام کے بارے میں میرا یہ فیصلہ ہے کہ ان کو چھڑی سے سزا دی جائے اور اونٹوں پر بٹھا کر مختلف قبائل میں پھرایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ جو کتاب و سنت کو چھوڑ کر علم کلام کی طرف متوجہ ہو، اس کی سزا یہی ہے۔

۴۔ اور امام احمد رحمہ اللہ اہل کلام کے بہت مخالف تھے اور وہ ان سے بات بھی کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے تلامذہ کو بھی منع کرتے تھے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے جس کا اس جگہ احاطہ ناممکن ہے، ان کے اقوال میں سے ہے: "ان جمیع ماابتدعہ المتکلمون وغیرھم مما یخالف الکتاب والسنۃ باطل بلا ریب" یعنی متکلمین وغیرہ نے کتاب و سنت کے خلاف جتنی بھی بدعات نکالی ہیں وہ بلاشبہ سب کی سب باطل ہیں (النبوات: ص ۱۲۸) نیز کہا:

"فان ھولا المبتدعین الذین یفضلون طریقۃ الخلف من المتفلسفۃ ومن حذاحذوھم علی طریقۃ السلف انما اوتوا من حیث ظنوا ان طریقۃ السلف ھی مجرد الایمان بالفاظ القرآن والحدیث من غیر فقہ لذالک بمنزلۃ الامیین الذین قال اللہ فیھم ﴿ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ ﴾ وان طریقۃ الخلف ھی استخراج معانی النصوص المعروفۃ عن حقا ئقھا بانواع المجازات وغرآئب اللغات، ھذا الظن الفاسد اوجب تلک المقالۃ التی مضمونھا نبذ الاسلام وراء الظھر وقد کذبوا علی طریقۃ السلف وضلوافی تصویب طریقۃ الخلف.... وسبب ذالک اعتقادھم ان لیس فی نفس الامر صفۃ دلت علیھا ھذہ النصوص..... الخ

(مجموع الفتاوی: ج ۵، ص ۱۰-۹)

"یعنی یہ اہل بدعت جو اہل فلسفہ اور ان کے پیروکاروں یعنی خلف کے طریقے کو سلف کے طریقے پر فضیلت دیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سلف کے طریقے کے بارہ میں یہ گمان کر لیا ہے کہ ان کا طریقہ صرف قرآن و حدیث کے الفاظ پر ایمان لانا ہے اور ان کو سمجھنا نہیں ہے اور وہ سلف اَن پڑھوں (جاہلوں) کے مرتبے میں تھے، جن کے بارہ میں اللہ نے فرمایا ہے ان میں سے کچھ لوگ ان پڑھ ہیں جو کتاب کو اپنی آرزوؤں کی حد تک جانتے ہیں اور انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ خلف کا طریقہ مجاز اور غریب لغت کی اقسام کے ساتھ نصوص کے معانی کو اور ان کی حقیقتوں کو استنباط کرنا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، یہی وہ فاسد ظن (گمان) ہے کہ جس کے نتیجے میں ان لوگوں نے ایسی بات کہہ دی ہے جو اسلام کو پس پشت ڈالنے کو متضمن ہے، اور انہوں نے سلف کے طریقے کی تکذیب کی اور خلف کے طریقے کو درست کہنے میں خود گمراہ ہو گئے اور اس گمراہی کی وجہ یہ ہے کہ ان کا عقیدہ یہ ہوا کہ واقع میں اللہ تعالیٰ کی وہ صفت نہیں ہے جس پر کتاب و سنت کی تصریحات نے دلالت کی ہے۔"

علمِ کلام کے مسائل کا مختصر خاکہ

علم کی تعریف و تقسیم، علم کی تعریفات پر مفصل بحث، تصور و تصدیق کی تعریف، علومِ ضروریہ پر گفتگو، نظر و وجوبِ نظر میں بحث، کیا سب سے پہلا واجب اللہ کی معرفت ہے یا اس معرفت میں فکر یا اس کا قصد، پھر احوالِ وجود و عدم میں بحث اور وجود کے تصور میں بحث، کہ بدیہی ہے یا غیر بدیہی، مشترک ہے یا غیر مشترک، کیا وجود ذات ہے یا ذات سے زائد۔ پھر واجب و ممکن و ممتنع کے احکامات اور واجب و ممکن کے خواص میں بحث اور جوہر، عرض، کم، خلا، ملأ اور جوہر فرد کے بارہ میں کلام

اور متکلمین اللہ تعالیٰ کی جب صفات ذکر کرتے ہیں۔ تو اسلوبِ نفی میں کرتے ہیں حالانکہ یہ اسلوب قرآن مجید کے اسلوب کے خلاف ہے، چنانچہ معتزلہ متکلمین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا تعارف یہ ہے:

"لیس بجسم ولا شبح ولا جثة ولا صورة ولالحم ولا دم ولا شخص ولا جوهر ولا عرض ولا بذی لون ولا رائحة ولا طعم ولا بذی حرارة ولا برودة ولا رطوبة ولا يبوسة ولا طول ولا عرض ولا عمق ولا اجتماع ولا افتراق ولا يتحرك ولا يسكن ولا يتبعض وليس بذی ابعاض و اجزاء و جوارح واعضاء، وليس بذی جهات ولا بذی يمين ولا شمال و امام و خلف وفوق و تحت، ولا يحيط به مكان ولا يجری عليه زمان ولا يجوز عليه المماسة ولا العزلة ولا الحلول فی الاماكن ولا يوصف بشئ من صفات الخلق الدالة على حدوثهم ولا يوصف بانه متناه ولا يوصف بمساحة ولاذهاب فی الجهات وليس بمحدود ولا والد ولا مولود ولا تحيط به الاقدار ولا تحجبه الاستار"..... نقله ابوالحسن الاشعری رحمه الله عن المعتزلة

ابن ابی العز شارح عقیدۂ طحاویہ لکھتے ہیں:

"وفی هذه الجملة حق و باطل و يظهر ذالك لمن يعرف الكتاب والسنة، وهذا النفی المجرد مع كونه لا مدح فيه، فيه اساءة ادب فانك لو قلت للسلطان: انت لست بزبال ولا كساح ولا حجام ولا حائك لادبك

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

على هذا الوصف وان كنت صادقا وانما تكون مادحا اذا اجملت النفي فقلت : انت لست مثل احد من رعيتك انت اعلى منهم واشرف واجل فاذا اجملت في النفي اجملت في الادب والتعبير عن الحق بالالفاظ الشرعية النبوية الالهية هو سبيل اهل الحق والجماعة"

یعنی مذکورہ بالا سلوب و نفی میں کچھ حق ہے اور کچھ باطل، جس کو کتاب و سنت کی معرفت ہے اس کے لئے یہ واضح ہے اور یہ نفی محض جبکہ اس میں کوئی مدح نہ ہو، یا مدح کو متضمن نہ ہو اس میں موصوف کی بے ادبی و گستاخی ہوتی ہے، کیونکہ اگر کسی بادشاہ کی تعریف میں کہا جائے کہ اے بادشاہ سلامت تم کوڑا کرکٹ اٹھانے والے، جھاڑو دینے والے، حجام اور جولاہے نہیں ہو، تو بادشاہ ایسی تعریف پر ضرور سزا دے گا اگرچہ آپ صحیح ہی کہہ رہے ہوں اور آپ کو بادشاہ کی مدح کرنے والے اسی وقت سمجھا جائے گا کہ جب آپ نفی میں اجمال سے کام لیں اور کہیں: اے بادشاہ سلامت تم اپنی رعیت میں سے کسی جیسے نہیں، تو ان سب سے اعلیٰ اور شرف والے اور بڑے ہو اور اللہ تعالیٰ کا تعارف قرآنی اور حدیثی، شرعی الفاظ کے ساتھ یہ اہل حق کا طریقہ رہا ہے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ: ص ۱۰۹)

صحیح طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مفصل طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیا جائے اور جو نقائص و عیوب والی صفات ہیں ان کی مجملاً نفی کر دی جائے، چنانچہ نفی مجمل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ﴾ - اور فرمایا ﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾ اور فرمایا: ﴿ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ﴾ نیز فرمایا ﴿ لَا تَاْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ﴾ وغیرہ اور کتاب و سنت میں تسبیح یعنی سبحان اللہ یا سبحانک وغیرہ الفاظ اسی قبیل سے ہیں۔ (واللہ الموفق و المستعان)

ضرورت برائے قاریہ

کلیۃ القرآن الکریم کے شعبہ "تحفیظ القرآن للبنات" (مدرسۃ الزہراء) میں بچیوں کو حفظ کروانے کے لئے حافظہ، قاریہ کی ضرورت ہے، جو علم تجوید کی سند یافتہ ہو۔ "محرم" کی موجودگی کی صورت میں رہائش بھی دی جاسکتی ہے۔ اگر محرم خود بھی قاری، عالم ہو تو اس کی ملازمت کے مواقع بھی موجود ہیں۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات قاری محمد ابراہیم صاحب میر محمدی (عمید کلیۃ القرآن) سے درج ذیل پتہ پر فوری رابطہ فرمائیں۔

جامعہ لاہور الاسلامیہ ۹۱- بابر بلاک نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور (5837339)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ